عالم گیریت کے زبان اور ادب پر اثرات

محمد عرفان احسن پاشا، لیکچرر اُردو، گورنمنٹ شالیمار کالج، لاہور

Abstract

Globalization is considered to be one of the most influential phenomenon in the recent times.Especially after the destruction of the twin towers of the World Trade Centre, cooperation between the nations has been enhanced.In this penorama language and literature are directly efected by means of content and form both. this article deals with the changes in language and literature with special reference to Urdu language and literature in particular.

عالم گیریت انگریزی اصطلاح Globalization کا اُردو روپ ہے۔ Globe سے Global کی اصطلاح وضع کی گئی ہے جس کے معنی دنیا بھر کا، عالم گیر [۱] کرہ ارض سے متعلق یا سارے زمینی سیارے پر پھیلا ہوا مراد لی جاتی ہے۔ Glaobal کی حالت فاعلی Globalization ہے جس سے مراد کسی چیز کو Global کرنے یعنی کسی نظریے، فیشن، انداز یا طرز حیات کو پوری دُنیا میں پھیلانے کا عمل ہے۔ اس سے مراد دُنیا بھر میں یکساں کلچر کو فروغ دینا بھی ہے تا کہ دنیا بھر میں رہنے والے انسان ایک ہی طرح کی زندگی گزار سکیں۔ اسی کے دیگر روپ کائناتیت (Universalization) اور بین الاقوامیت (Internationalization) بھی ہیں۔ مختلف اوقات میں ان سے مراد بھی گلوبلائزیشن ہی لیا جاتا رہا ہے۔ دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (The New Encyclopeadia Britannica) کے مطابق عالم گیریت یا گلوبلائزیشن ایک جدید سرمایہ دارانہ نظام ہے جسے لاسلکی اور انٹرنیٹ جیسے ذرائع ابلاغ اور الیکٹرونی کاروبار کے ذریعے پھیلایا جا رہا ہے، جس سے مقامی روایات اور علاقائی خصوصیات ختم ہو رہی ہیں اور دنیا کو ایک ایسی جگہ میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جہاں یکساں ثقافت کو فروغ مل سکے۔ دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> "Globalization is a process by wich the experience of everyday life, marked by the diffusion ofcommodities and ideas, is becoming standardized arround the world."[۲]

عالم گیریت دُنیا کے ایک ہو جانے کا عمل ہے جس کی ابتدا آزاد منڈیوں اور آزادانہ تجارت کے نظام سے ہوئی اور اب اس نے تیز رفتاری سے زندگی کے ہر شعبے بشمول ادب کو اپنے حیطہ اثر میں لیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ذرائع نقل و حمل اور اطلاعاتی ٹیکنالوجی میں پیدا ہونے والی برق رفتاری ہے جس نے دنیا کے فاصلے مٹا دیے ہیں اور آن کی آن میں

اشیا، انداز، طرزِ حیات اور نظریات ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجاتے ہیں۔ عالم گیریت کا نظریہ دنیا کے سکڑ جانے اور دنیا کو ایک اکائی کی صورت میں دیکھنے کی کوشش پر مبنی ہے۔ ایک ایسی اکائی جس میں تمام اجزا ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرے پر منحصر ہوں۔ اس وجہ سے پیدا شدہ صورت حال کو جدید اصطلاح میں مارشل میک لوہن (Marshall McLuhan) کے بقول عالمی گاؤں (Global Village) [۳] کہا گیا جو اب گاؤں سے بھی مزید سکڑ کر عالمی کمرے یعنی Global Hut تک پہنچ گیا ہے جہاں دنیا بھر کی معلومات صرف ایک کلک کے فاصلے پر ہیں اور کمرے میں بیٹھ کر پوری دنیا کے حالات و واقعات سے باخبر رہنا ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں دنیا بھر کے لوگوں کا رہن سہن، خوراک و لباس اور خیالات تک یکساں ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا کو یک رنگ بنانے کا عمل جہاں انسانی معاشرے پر اثر انداز ہوتا ہے وہاں ادب بھی اس کے اثرات سے بچ نہیں سکتا کیونکہ ادب بہر حال زندگی کا آئینہ ہے اور اس میں معاشرے کی ہی تصویر دکھائی جاتی ہے۔ عالم گیریت کے عمل میں ذاتی تخلیقات بھی مشترک تخلیقات بن جاتی ہیں۔ جس سے ایک علاقے اور زبان کا ادب ساری دنیا کا ادب بن جاتا ہے۔ میلکم واٹرز کا کہنا ہے کہ:

> "The intellectual creations of individual nations become common property. National one-sidedness and narrow-mindedness become more and more impossible, and from the numerous national and local literatures, there arises a world literature." [۴]

اس تیز رفتاری نے زبان و ادب کو بھی متاثر کیا ہے جس سے زبان کے نئے نئے روپ اور ادب کی نئی سے نئی جہتیں اور پرتیں سامنے آ رہی ہیں۔ اور دنیا بھر کے نظریات اور تکنیک کی بدولت مختلف زبانوں میں تخلیق کیے جانے والے ادب میں فکری اور فنی یکسانیت فروغ پا رہی ہے۔ تیز رفتار دنیا کی سب سے اہم خصوصیت اختصار ہے جس کے زیر اثر ہر چیز کو کیپسول میں بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ ہماری ساری زندگی ہی ایک کیپسول کے اندر گزر جاتی ہے۔ ہمارے شاعروں نے بھی اس بات کو شدت سے محسوس کیا ہے اور ان کی شاعری میں اس بات کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے بقول:

ہم رہتے ہیں ایک کیپسول میں
ایک بہت بڑے کیپسول میں
جس کا قطر ہے بیسیوں کلومیٹر
اور لمبائی سینکڑوں کلومیٹر (کیپسول لائف) [۵]

اس کے علاوہ ہم زندگی کے ہر شعبے میں چیزوں کو مختصر کرتے چلے جا رہے ہیں۔ موبائل فون کی ایک مختصر سی سم میں دُنیا جہان کی معلومات محفوظ ہوتی ہیں۔ ایک چھوٹی سی USB میں اتنی فائلیں سما جاتی ہیں جو کچھ عرصہ پہلے تک ایک بڑے کمرے میں بھی پوری نہ آتی تھیں۔ آج دنیا بھر کی معلومات انٹرنیٹ کی ڈیوائس کے ذریعے سے آپ کی ایک کلک پر ہیں۔ جاپان میں پودوں کو انتہائی مختصر قامت میں ڈھال کر کمروں کے اندر محفوظ کر لیا گیا ہے۔ یورپ والوں نے اپنا لباس ہی مختصر نہیں کیا ضروریات زندگی کی اشیا کو بھی مختصر سے مختصر ترین کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے وظائف میں زیادہ بہتر ہوگئی ہیں اور نسبتاً جگہ بھی کم گھیرتی ہیں۔ پوری کی پوری لائبریریاں، اداروں اور بڑے بڑے پلانٹس کا ڈیٹا ایک مختصر سی ڈسک میں سما جاتا ہے۔ اسی لیے آج زندگی

کے ہر شعبے میں Electronicsیعنی e-Culture کا رواج بڑھ گیا ہے جیسے e-shopping, e-business, e-card, e-mail,e-councilling,e-library جیسی اصطلاحات سننے اوراستعمال میں آتی ہیں۔آج e-bookاور e-papers کا دور ہے۔کئی کئی جلدوں میں شائع ہونے والے انسائیکلوپیڈیاز ایک مختصرسی یوایس بی، مائیکروچپ، سم یا سی ڈی میں محفوظ ہو گئے ہیں۔موبائل فون اورکمپیوٹر اور ای میل نے رسمی خطوط نگاری تقریباً ختم کردی ہے اور مختصر برقی پیغامات یا ایس ایم ایس کے ذریعے نئی زبان، ہجے اورنئی اصطلاحات وجود میں آرہی ہیں۔

جدیدادب بھی عالم گیریت کی اس لہر کے زیر اثرمختلف طرح کی تبدیلیاں اپناتا ہے جن میں فکری ،فنی اور لسانی تبدیلیاں خاص طور پر بہت اہم ہیں۔بڑی سطح پرمختلف خطوں کے انسانوں کا ایک دوسرے سےمیل جول جہاں ان کی زندگیوں کا متاثر کرتاہے وہیں ان کی تہذیبوں اورطرز زندگی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور یہی تاثر ان کے ادب میں بھی جھلکتا ہے۔مثلاً آج ہماری زبان میں بے شمار لفظ انگریزی اور دوسری زبانوں کے داخل ہوگئے ہیں اور اسی طرح کئی ہماری زبانوں کے لفظ بھی انگریزی کا حصہ بن گئے ہیں جیسے گرو،فتویٰ،حلال،ساگ،طالبان، وغیرہ جیسے الفاظ انگریزی زبان کی معیاری ڈکشنریوں کا حصہ بن چکے ہیں۔پھرکارپوریٹ ورلڈ کے حصے کے طور پر سرمایہ دارانہ نظام کے زیراثر آج ہمارا طرز زندگی بھی مغربی انداز اختیار کیے ہوئے ہے۔شعراوادبا کی بین الاقوامی ادب تک رسائی بھی آسان ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سےفکری طور پرمتاثر ہوتے ہیں۔ادب جدید دنیا میں بہت تیزی سے پھیل جاتا ہے اس لیے ایک ملک یا علاقے میں ہونے والی فنی اورہیئتی تبدیلیوں کو دوسرے علاقوں میں بھی اپنا لیا جاتا ہے یا ان سے تاثر لیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ادب کی پیش کش کے بھی نئے سے نئے طریقے معرض وجود میں آرہے ہیں۔برطانیہ کی ایک کمپنی نے ناولوں سمیت بہت سے کلاسیکی ادب کوایس ایم ایس رسم الخط میں پیش کرنے کا اعلان کیا ہے۔دنیا بھی میں ایک ہی طرز کے نظام زندگی اور یکساں حالات نے یکساں فکرکوترویج دی ہے۔اس عمل نے ادب میں بھی یکسانیت پیدا کی ہے اور دنیا بھرکے ادیبوں کے سامنے ایک جیسے حالات ہیں جن کی وجہ سے ان میں فکری مماثلت پائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ آج دنیا بھر میں تخلیق کیا جانے والا بہت جلد دوسرے علاقوں تک پہنچ جاتا ہے اس لیے ایک خطے کے ادیب دوسرے خطے کے ادیبوں سے فنی سطح پر بھی اخذ واستفادہ کرتے ہیں۔ہمارے ادیبوں اور خاص طور پر نقادوں کے لیےمغربی اصطلاحات کے بغیرتنقید کرنا ممکن نہیں کیوں کہ تمام نئے نظریات اور تجربات مغرب میں ہوتے ہیں اور ہمارے ادیب ان کواپنانے پرمجبور ہوتے ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹرسلیم اختر کا کہنا ہے:

> ''ہمارا کوئی بھی نقادمغربی مفکرین اور ناقدین کے حوالوں کے بغیر مقالہ قلم بند کرنے کی جرات بھی نہیں کرسکتا''۶

عالم گیریت کے بہاؤ میں جہاں ہماری روایتی معاشرتی اقدار بہہ گئی ہیں اور ہمارا معاشرہ دنیا کے دوسرے معاشروں کی طرح اور بطور خاص ترقی پذیرممالک کی طرح تبدیل ہوا ہے ،وہاں ہماری اردو زبان نے بھی اس کے اثرات شدت سے محسوس کیے ہیں اور اس میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ان کی وجہ سے آج کی زبان صرف ایک دو دہائیاں پہلے کی زبان سے یکسر بدل گئی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں باہر کے ممالک سے درآمد ہوکرآنے والی اشیا(امپورٹڈ) کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے اور ہم زندگی کے ہر شعبے میں ان کا استعمال کرتے ہیں اور یقیناً ان کے بیان اورتفہیم کے لیے اُردو

زبان کو اپناتے ہیں جس کی وجہ سے ان اشیا اور ان کے متعلقات کا اردو زبان میں در آنا یقینی ہے اور یہی در اندازی اردو زبان کو کئی طرح سے متاثر کرتی ہے۔مثال کے طور پر ہمارے ملک میں موبائل فون کے بڑھتے ہوئے استعمال نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں پر اثرات مرتب کئے ہیں، وہیں اس کے نتیجے میں اردو زبان و ادب کے نئے روپ بھی سامنے آرہے ہیں۔نئی نسل میں موبائل فون کا سب سے زیادہ استعمال ایس ایم ایس کی صورت میں ہو رہا ہے اور یہ شارٹ میسجنگ سروس ایک نئی زبان کی بنا ڈال رہی ہے جس سے اُردو زبان کا نا صرف لب ولہجہ بلکہ ہیئتی نظام بھی متاثر ہو رہا ہے۔ یہ سلسلہ صرف اُردو زبان تک محیط نہیں بلکہ دُنیا کی تمام زبانیں ایک دوسری سے اخذ وقبول کر رہی ہیں۔یہ عمل ہمیشہ سے جاری ہے لیکن پہلے اس کی رفتار سست اور مقدار کم تھی۔ عالم گیریت کی موجودہ لہر کے زیر اثر اس کی رفتار اور مقدار میں ناقابل یقین حد تک اضافہ ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب دُنیا کے کسی کونے میں آنے والی تبدیلی دنیا بھر میں محسوس کی جاتی ہے اور تمام اصناف ادب اور دیگر ادبی تحاریک و رجحانات دُنیا بھر کی تمام بڑی زبانوں میں یکساں طور پر مروج ہو رہے ہیں جس سے ایک یکساں ادب کی تخلیق کا انداز سامنے آرہا ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا انتہائی نقطہ ایک عالم گیر زبان کی ترویج اور اسی میں ایک عالم گیر ادبی کی تخلیق پر منتج ہوگا۔آصف فرخی کے بقول:

> ''ادب کی مخصوص اصناف ایک طرف، رجحانات کا دائرہ چند ایک زبانوں کے اندر دنیا کی اکثر وبیشتر زبانوں کو سمونے پر کارفرما نظر آتا ہے کہ ایک عالمی معیشت کے لیے ایک عالمی کلچر اور کلچر کی ایک عالم گیر زبان اور ادب کو اس صورت حال سے سمجھوتہ کرتے رہنا ہوگا''۷

دُنیا بھر ایک زبان رائج کرنے کے حوالے سے ایک کوشش ''اسپرانتو'' زبان کی تخلیق کی صورت میں کی گئی ہے لیکن یہ اپنی کچھ کم مائیگیوں کی وجہ سے زیادہ کامیاب نہیں ہوئی۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسی کوئی کوشش آئندہ نہ کی جائے گی۔نئی زبان کے ایجاد ہونے یا زبان کے تبدیل ہونے کا عمل بہت خاموشی سے اور لاشعوری طور پر ہوتا ہے۔اردو میں یہ تبدیلیاں زیادہ تر زبان کے مندرجہ ذیل شعبوں میں واقع ہوئی ہیں:

(الف) رسم الخط میں تبدیلی:

عالم گیریت کے زیر اثر زبان اُردو کی ظاہری ہیئت میں جو تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں ان میں سب سے اہم اُردو اسم الخط کی تقلیب ہے اور اس کی سب سے بین مثال فارسی رسم الخط کی بجائے لاطینی یا رومن یا انگریزی رسم الخط ہے۔ بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے اس رومن رسم الخط کو بھی مزید مختصر کیا جا رہا ہے۔موبائل فون پر میسجنگ اور انٹرنیٹ پر ای میل کے لئے اس رسم الخط کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔اگرچہ الیکٹرونی آلات میں اردو یا فارسی رسم الخط کے لیے بھی کلیدی تختہ یا key pad کی سہولت مہیا بھی کر دی گئی ہے لیکن اس کے باوجود اکثر وبیشتر لوگ رومن رسم الخط میں ہی شارٹ میسج اور ای میل کا متن تحریر کرتے ہیں۔آج بین الاقوامی سطح پر رومن رسم الخط کا چلن بہت بڑھ گیا ہے لیکن یہ بالکل نیا رجحان بھی نہیں۔ڈاکٹر طارق عزیز کی تحقیق کے مطابق یہ سلسلہ ۱۷۸۶ء سے جاری ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''اُردو کے لئے رومن خط کا استعمال سب سے پہلے Gilchrist,English and Hindoostanee Dictionary میں ہوا۔جسے ہندوستان کے قائم مقام گورنر جنرل سر جان میک فرسن کے نام پر معنون کیا

گیا تھا۔اس کا پہلا ایڈیشن ۱۷۸۶ء میں اور دوسرا ۱۷۹۸ء میں کلکتہ سے شائع ہوا''۔[۸]

اس کے بعد متحدہ ہندوستان اور بعد ازاں بھارت اور پاکستان میں بھی اوردو زبان کے لیے رومن رسم الخط اختیار کرنے کے لیے سنجیدہ کوششیں کی گئیں۔ اس ضمن میں اردو کے کئی بڑے شعرا وادبا نے بھی اپنی اپنی خدمات پیش کیں۔ڈاکٹر طارق عزیز نے اپنی کتاب''اردو رسم الخط اور ٹائپ'' میں رومن رسم الخط اور اس کی ترویج کے لئے کی جانے والی کوششوں کا تفصیلی بیان کیا ہے۔ان کے مطابق ۱۹۳۹ء میں سجاد مرزا نے رومن رسم الخط اپنانے کی سکیم دی جسے انجمن ترقی اردو دہلی کی وساطت سے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ،مولوی محمد نعیم الرحمٰن اور پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی کے پاس بھیجا گیا اور ان ماہرین نے اس کے بیشتر حصوں سے اتفاق کیا۔۱۹۴۹ء میں پروفیسر ہارون خاں شروانی نے ایک کتابچہ بعنوان SOME POINTS, For and Against the Adoptation of Hindi Urdu and Latin("Roman") Scripts for the National Languages of India لکھا۔اس میں انہوں نے اردو ہندی اور رومن رسم الخط کے محاسن و معائب گنوانے کے بعد رومن رسم الخط کو سب سے بہتر سمجھا اور اسے اختیار کرنے کی غرض سے ہندی اور اردو آوازوں کو رومن رسم الخط میں متعین کرنے کے لیے سکیم پیش کی۔۱۹۵۰ء میں ہندوستان میں انجمن ترقی اردو دہلی اور حیدر آباد نے ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دی جس کے مستقل ارکان میں ڈاکٹر جعفر حسن، پروفیسر عبدالقادر سروری ،ڈاکٹر یزدانی، پروفیسر حبیب الرحمٰن، جناب سجاد مرزا اور پروفیسر ہارون خان شروانی شامل تھے۔علاوہ ازیں نواب سعید جنگ بہادر،نواب احمد جنگ بہادر اور ساجد علی صاحب سے بھی مشورہ کیا جاتا رہا۔۱۹۶۱ء میں پاکستان میں شان الحق حقی نے اردو ترقیاتی بورڈ کے ملاحظے اور منظوری کے لیے''رومن اردو کے اصول املا'' کے عنوان سے ایک رپورٹ تیار کی جس پر ڈاکٹر عبدالستار نے شدید تنقید کی جس کے بعد ڈاکٹر گیان چند اور پھر عبدالرحمٰن بارکر نے اپنی اپنی سکیم پیش کی۔ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے بھی اردو رومن رسم الخط کے لیے حروف و نشانات مقرر کیے جسے ڈاکٹر طارق عزیز نے تمام سکیموں سے زیادہ لائق توجہ قرار دیا ہے۔[۹]

اس وقت سرکاری سطح پر اس تحریک کو پذیرائی نہ مل سکی اور نہ ہی اردو کے لیے رومن کا طریقہ رائج ہو سکا لیکن آج ہم صارف کمیونٹی ہونے کی وجہ سے جدید ٹیکنالوجی مثلاً موبائل فون یا کمپیوٹر استعمال کرتے ہوئے بالخصوص رومن رسم الخط لکھنے پر مجبور ہیں اور آج اردو زبان کو رومن سے بھی مختصر کیا جا رہا ہے مثلاً اگر یہ جملہ لکھنا ہو کہ''کیا آپ آج جائیں گے'' اس کو رومن میں اس طرح لکھا جانا چاہیے:''keya aap aaj jaaen gay?'' لیکن ایس ایم ایس یا ای میل کی تحریر میں یہ جملہ یوں لکھا جائے گا ''kya ap aj jaen gy'' بلکہ اب تو ہر آدمی اپنی مرضی سے لفظوں کے ہجے (Spelling) تبدیل کر لیتا ہے۔ایس ایم ایس نے جہاں انگریزی کے لفظوں کو ایک نئے انداز میں مختصر کیا، وہیں اس کے نتیجے میں رومن اردو کا استعمال بھی بڑھ گیا۔لوگ ایک دوسرے کو رومن اردو میں ایس ایم ایس کرتے ہیں اور اسی زبان میں انہیں جواب بھی موصول ہوتے ہیں۔ایس ایم ایس کے ذریعے پہلے پہل ایک دوسرے کو انگریزی شاعری کے مصرعے اور Quotations بھیجے جاتے تھے پھر رفتہ رفتہ انگریزی کی جگہ اردو شاعری نے لے لی۔لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رومن میں اشعار اور نظموں کا تبادلہ کرنے لگے۔

(ب) صرف ونحوی تبدیلی:

کسی زبان میں الفاظ ،اسما اور اصطلاحات کے ورود سے اس کی لغت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں وسعت آتی ہے

لیکن اس کے ڈھانچے، ہیئت یا بناوٹ میں تبدیلی نہیں آتی۔ زبان میں تبدیلی اس وقت آتی ہے جب اس کی گرامر اور قواعد یا اس کے استعمال کے اصولوں اور اس کی صرف ونحو اور اس کی تکنیک اور اس کے افعال میں تبدیلی آتی ہے۔ یہ وہ عوامل ہیں جو کسی زبان میں فقروں کی دروبست کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ دیگر زبانوں کے ورود سے اردو زبان میں بناوٹ کی سطح پر بھی تبدیلیاں ہوئی ہیں جس سے اردو زبان کا ڈھانچہ بدلا ہے اور مزید بدل رہا ہے۔ بقول ظفر اقبال:

جان چھڑائی گرامر سے
ختم کیا دشواری کو ۱۰؎

(ج) نئے یا مخلوط افعال:

اب ہمارے ہاں ایسے مرکب فعل کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے جس میں انگریزی اور اردو افعال کو ملا کر ایک نیا فعل تخلیق کر لیا جاتا ہے۔ جیسے چینج کرنا، پے کرنا، ڈیلیٹ کرنا، بور ہونا، ٹیز ہونا، ٹیلی فون کرنا وغیرہ۔

اس نے ٹیلی فون کیا ہے اور کسی کے ساتھ ہے
اس کا میرا سمجھوتا ہے کون بڑھائے بات کو ۱۱؎
اس قدر چھایا ہے وہ میرے رگ و پے پر نسیم
کرنا چاہا اور نمبر اس کا ڈائل ہوگیا ۱۲؎

دیگر زبانوں کے الفاظ سے مشتقات:

چپ آنکھوں میں آس پڑی رہ جاتی ہے
فٹ پاتھوں پر گھاس پڑی رہ جاتی ہے ۱۳؎
ناہید فیشنوں نے چھپائے ہیں عیب بھی
چشمے نہ ہوں تو آنکھ کا پردہ کہاں سے آئے ۱۴؎

(د) مخلوط زبان:

آج کل جو اُردو زبان ہمارے ہاں بولی اور لکھی جارہی ہے کہیں میرؔ و میرزاؔ یا کہیں آزادین (مولانا ابوالکلام آزادؔ اور مولانا محمد حسین آزادؔ) سن اور پڑھ لیں تو شائد وہ کانوں کو ہاتھ لگائیں اور کچھ بھی ان کے پلے نہ پڑ سکے۔ یہ مبالغہ نہیں کہ آج ہم میں سے بیشتر اردو بولنے والے انگریزی زبان کا پیوند لگائے بغیر ایک بھی فقرہ لکھ یا بول نہیں سکتے۔ یہ صرف اردو کا ہی معاملہ نہیں بلکہ دیگر مقامی اور علاقائی زبانوں کا بھی یہی حال ہے۔ اس عمل کی بنیادی وجہ میڈیا میں ایسی مخلوط زبان کا پیش کیا جانا ہے جس میں کسی بھی زبان میں تخلیص قائم نہیں رہتی۔ عبدالرشید ''اب تک'' کے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

> ''آج کل ماس میڈیا (یعنی ریڈیو۔اخبار، ٹیلیویژن) ہمارے اعصابی نظام پر اس طرح حملہ آور ہوتے ہیں اور ایسی زبان کو خلق کر کے ہم سے گفتگو کرتے ہیں کہ ہم سے حس تنقید اور الفاظ کی لغت چھن جاتی ہے۔'' ۱۵؎

اُردو میں ان پڑھ لوگ بھی انگریزی زبان کے الفاظ اس سہولت کے ساتھ شامل کرتے ہیں کہ ان کی زبان فطری معلوم ہوتی ہے اور یہ محسوس بھی نہیں ہوتا جیسے انہوں نے اس سلسلے میں کوئی شعوری کوشش کی ہو۔اردو زبان میں انگریزی الفاظ کا استعمال بہت پرانا ہے علامہ عبداللہ یوسف علی نے ''انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ'' میں لکھا ہے کہ جب انگلستان کے بادشاہ جارج سوم کو دماغی عارضے سے صحت حاصل ہوئی تو اس تقریب پر انشا نے غالباً ۱۸۰۱ء یا ۱۸۰۴ء میں ایک قصیدہ در تہنیت جشن'' لکھا جس میں انگریزی الفاظ بلاتکلف استعمال کیے ہیں۔ان الفاظ میں پوڈر(Powder) بمعنی غازہ،کوچ (Coach) بمعنی صوفہ،گلاس،بوتل،پلٹن،ارگن،اردلی،بگل وغیرہ شامل ہیں۔اسی وجہ سے ان کے حریف مصحفی نے ان کو بھانڈ کا ذلیل لقب دیا تھا۔[۱۶] اس کا مطلب ہے کہ اس وقت ان کا استعمال اساتذہ کے ہاں مستحسن نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل انگریزی ملی اردو بول چال کا چلن عام ہے۔آج کل ہم اس طرح کے فقرے عموماً سنتے اور پڑھتے ہیں:

☆......میں بہت بور ہو رہا ہوں

☆......مجھے بڑی ٹینشن ہے۔

☆......میں نے اسے کال کی لیکن اس کا فون بزی جا رہا تھا۔

☆......مجھے شارپنر دینا میں نے پنسل شارپ کرنی ہے۔

اس طرح کی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زبان میں کس طرح تبدیلی لے آئے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہمیں اس تبدیلی کا شعوری احساس بھی نہیں ہے۔بلکہ مزے کی بات یہ ہے کہ ہم نے دیگر زبانوں کے الفاظ نا صرف اردو میں داخل کر لیے ہیں بلکہ ان کے دیگر متعلقات مثلاً فعل،مفعول،فاعل،واحد جمع اور تذکیر و تانیث وغیرہ بھی تخلیق کر لیے ہیں؛ جیسے بور سے بوریت،سٹیشن سے سٹیشنوں وغیرہ۔اس کے علاوہ ہم نے اردو زبان کے دیگر زبانوں کے ساتھ ملا کر مرکبات بھی بنا لیے ہیں جیسے انور مسعود کے ایک قطعے کا عنوان ہے ''ان بیان ایبل''۔عالم گیریت کے زیر اثر ہماری بول چال کی زبان شدید متاثر ہوئی ہے اور یہ کئی زبانوں کا ملغوبہ بن گئی ہے اور ہم دوسری زبانوں کے الفاظ کا سہارا لیے بغیر چند فقرے بھی ادا نہیں کر سکتے۔سید ضمیر جعفری کا یہ قطعہ اس بات کی عمدہ طور پر غمازی کرتا ہے:

جو کمیٹی کا بھی ممبر ہو گیا
وہ بھی تقریباً منسٹر ہو گیا
اس کی اُردو میں تھی انگریزی بہت
لوگ سمجھے یہ کمشنر ہو گیا[۱۷]

نشریاتی ادارے جیسے ریڈیو اور ٹیلی ویژن ایک زمانے میں زبان کی صحت کی علامت سمجھے جاتے تھے اور ان میں کام کرنے والے میزبان، نیوز کاسٹر،لکھاری اور پروڈیوسر تو ایک طرف وہاں کے چپراسیوں اور صفائی کرنے والوں کا بھی تلفظ اور زبان کا استعمال بہت شاندار ہوتا تھا لیکن آج وہاں وہ زبان رواج پا چکی ہے جو عام لوگوں میں رائج ہے اور اس میں کئی زبانوں کی آمیزش ہے۔ان اداروں میں زبان کے استعمال کی صورت بھی کچھ اچھی نہیں اور یہاں زبان کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے

وہ بھی عالم گیریت ہی کی وجہ سے ہے۔ڈاکٹر ناصر عباس نیر کے بقول:

''ایک زمانے میں ریڈیو اور ٹی وی اُردو زبان کے مستند الفاظ کے استعمال کی مثال تھے،مگر آج وہ بھی زمانے کا چلن دیکھ کر اُردو کے ثقافتی کردار کو ترک کر چکے اور فنکشنل اُردو کا بے جا استعمال کر رہے ہیں''۱۸؎

تحریری الفاظ کی اپنی اہمیت ہے۔اخبارات اور رسائل زبان کے فروغ اوراس کی ترسیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اخبارات و رسائل کو ادب کے پھیلاؤ کے لیے بھی آلے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔آج کل ہمارے اخبارات اور رسائل کی زبان کو دیکھیں تو اس میں بے شمارالفاظ کا ذخیرہ ان الفاظ پر مبنی ہے جو دوسری زبانوں سے آئے ہیں اور جنہیں ہم واضح طور پر گلوبلائزیشن کا اثر کہہ سکتے ہیں۔زندہ زبانیں ہمیشہ تبدیلی کے عمل سے گزرتی رہتی ہیں۔اردو زبان میں دوسری زبانوں کے ورود کی سب سے بڑی وجہ ان جدید اصطلاحات کی فراوانی ہے جو نئی ایجادات کے ساتھ بیرونی ممالک سے آتی ہیں اور ہم انہیں استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔اردو زبان میں انگریزی اور دوسری زبانوں کے ورود کا ایک معتد بہ حصہ ان الفاظ اور اصطلاحات پر مبنی ہے جن کو ہم جوں کا توں اپنا لیتے ہیں یا ان کا ترجمہ کر کے یا اپھر انہیں اپنی زبان میں ڈھال کر اپنی زبان کا حصہ بنا لیتے ہیں۔اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(الف)۔بیرونی اصطلاحات کو جوں کا توں قبول کرنا:

بیرونی الفاظ اور بالخصوص اصطلاحات کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن کو ہم نے نہ تو ترجمہ کیا ہے اور نہ ہی ان کی کوئی مورد شکل بنائی ہے بلکہ ہم نے انہیں جوں کا توں اپنی زبان میں داخل کرلیا ہے اور آج ان کا استعمال اتنا بڑھ گیا ہے کہ ہمیں وہ اجنبی یا دوسری زبانوں کے الفاظ محسوس نہیں ہوتے اور ہم انہیں اپنی زبان ہی کا لفظ سمجھ کر بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

کمپیوٹر(Computer)	ٹرک(Truck)	سی ڈی(CD)
فریم(Frame)	فون(Phone)	کال(Call)
انٹرنیٹ(Iternet)	ویب سائٹ(Website)	برگر(Burger)
پیزا(Pizza)	پنسل(Pencil)	سکول(School)
کالج(College)	فوٹوگرافی(Photography) وغیرہ	

(ب)بیرونی اصطلاحات کا ترجمہ کرنا:

بیرونی ممالک اور زبانوں سے آنے والی بعض اصطلاحات اور الفاظ ایسے بھی ہیں جن کا ترجمہ اردو زبان میں کرلیا گیا ہے اور اب اکثر وبیشتر جب ان اصطلاحات کا ذکر آتا ہے تو ان ترجمہ شدہ صورتوں کو ہی اولیت دی جاتی ہے۔ہاں ان کی وضاحت کے لیے ان کے سامنے بریکٹ میں اصل اصطلاح بھی لکھ دی جاتی ہے تا کہ واضح رہے کہ یہ کس اصطلاح کا ترجمہ ہے۔یہ الگ بات ہے کہ اردو زبان میں ابھی تک معیاری ترجمے کا فقدان ہے جس پر تمام اہل علم متفق ہوں۔اس کے علاوہ بعض

ایسے تراجم بھی کئے جاتے ہیں جو اصل لفظ سے بھی مشکل ہوتے ہیں اور وہ رواج نہیں پاسکتے اس کی مثال انگریزی اصطلاح Loud Speaker کی ہے جس کا ترجمہ آلہ مکبر الصوت رکھا گیا یا پھر Thermometer کا اردو ترجمہ آلہ مقیاس الحرارت کیا گیا جو انگریزی اصطلاح سے بھی کٹھن ہے جس کی وجہ سے ان کا چلن نہیں ہوسکا اور عمومی طور پر انگریزی نام ہی مروج ہیں۔ بعض اصطلاحات کا کامیابی سے ترجمہ کیا گیا ہے اور وہ مقبول بھی ہے، اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

Globalization سے عالم گیریت Criticism سے تنقید Capital سے سرمایہ Psychology سے نفسیات Economics سے معاشیات Symbolism سے علامت نگاری Abserdism سے لایعنیت وغیرہ۔

(ج) بیرونی اصطلاحات کو مؤرد کر لینا:

بیرونی اصطلاحات کے استعمال کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان کو مؤرد کرلیا جاتا ہے یعنی ان کو اردو الفاظ کی شکل دے دی جاتی ہے۔ ان الفاظ کی املا اور معنویت بھی مخصوص کی جاتی ہے جس سے ان کا استعمال نا صرف بڑھ جاتا ہے بلکہ آسان بھی ہوجاتا ہے اور ان کی اصل اصطلاحات کے ساتھ بھی وابستگی برقرار رہتی ہے۔ ذیل میں ایسی چند مثالیں دی جارہی ہین جن انگریزی اور دیگر زبانوں سے آنے والی اصطلاحات اور الفاظ کو مؤرد کر کے اردو میں ان کو رائج کر لیا گیا ہے:

Montage کو مونتاژ Collage کو کولاژ Sabotage کو سبوتاژ Hospital سے ہسپتال اور بعد ازاں اسپتال towell سے تولیہ وغیرہ۔

عالم گیریت دور حاضر کا ایک ایسا جدید تر نظام ہے جس کے ماتحت دنیا بھر میں یکساں زندگی کے طرف قدم بڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے ۔ جب زندگی یا معاشرہ کسی شئے عمل، انداز، طریق کار یا نظریے سے متاثر ہوتا ہے تو لامحالہ ادب اور زبان بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ عالم گیریت کے زیر اثر دنیا میں رابطے اور علمی اور ادبی ترسیل کی یکساں زبان کے فروغ کی کوششوں کے سلسلے میں دُنیا کی سب زبانیں متاثر ہوئی ہیں اور اردو زبان بھی ان میں شامل ہے۔ اردو از بان میں انگریزی اور دیگر زبانوں کے نفوذ نے صرف اس کے ذخیرہ الفاظ میں ہی اضافہ کر کے اس کا دامن بے حد وسیع ہی نہیں کیا بلکہ زبان کی صرفی اور نحوی ترتیب کو بھی متاثر کیا ہے اور مزید کر رہا ہے۔ اس سے اردو زبان کی گرامر بھی تبدیل ہو رہی ہے اور اس تبدیلی سے اردو زبان کا حلیہ بدل رہا ہے اور اس کے قواعد کے مسلمات میں بھی رخنہ پڑ رہا ہے۔ اردو میں دیگر زبانوں کو ملا کر نئے افعال تخلیق کئے جارہے ہیں۔ انگریزی کے تتبع میں اضافتوں کے خاتمے اور علاقائی زبانوں ،لہجوں کلوکیل زبان ، جارگن اورسلینگ کا بھی معیاری زبان کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اسی طرح طرز زندگی کے تبدیل ہونے کی وجہ سے اس کی تحریری پیش کش یعنی ادب بھی نئی کروٹیں لے رہا ہے۔ آج دنیا بھر میں تخلیق ہونے والا ادب ہر جگہ پر بڑی سرعت سے پہنچ جاتا ہے جو مقامی ادب اور ادیب دونوں کو متاثر کرتا ہے۔ اسی طرح عالم گیر واقعات اور تبدیلیوں سے بھی ادب اور ادیب متاثر ہوتے ہیں۔ اسی اصول کے تحت اُردو ادب بھی عالم گیریت کے عمل سے براہ راست متاثر ہو رہا ہے اور اس میں موضوعات، پیشکش، اسلوب اور تکنیک کے حوالے سے نئے سے نئے تجربات کیے جارہے ہیں جو کہ عالم گیریت ہی کی عطا ہے۔

حواشی:

۱۔ Qurashi, B.A.; Kitabistan 21st Centuary Practical Dictionary; Lahore; Kitabistan Publishing Co. p.289

۲۔ Safra,Jacob E. ed.(2005)15th edition;The New Encyclopeadia Britannica, vol.20;Chicago;The New Encyclopeadia Britannica.Inc;p.133

۳۔ Waters, Malcolm;(2001) Globalization;New York;Routledge. p.12

۴۔ Waters, Malcolm;(2001) Globalization;New York; Routledge. p.9

۵۔تبسم کاشمیری؛ پرندے پھول تالاب: لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز؛۱۹۹۶ء،ص:۵۰۱

۶۔سلیم اختر،ڈاکٹر،''عالمگیریت اور جدید ادبی رجحانات''مشمولہ خیابان؛پشاور؛ شعبۂ اُردو جامعہ پشاور؛۲۰۰۶ء،ص:۳

۷۔آصف فرخی؛ خطبہ مشمولہ؛تحقیق نامہ؛لاہور: شعبۂ اُردو، جی سی یونی ورسٹی؛۲۰۰۷ء،ص:۰۷

۸۔طارق عزیز،ڈاکٹر؛ اُردو رسم الخط اور ٹائپ؛اسلام آباد؛ مقتدرہ قومی زبان؛۱۹۸۷ء،ص:۳۱

۹۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے''اردو رسم الخط اور ٹائپ''از ڈاکٹر طارق عزیز؛رومن رسم الخط کا مسئلہ

۱۰۔ظفر اقبال؛اب تک ،جلد دوم؛لاہور؛ملٹی میڈیا افیئر ز؛ص؛۲۰۰۵ء،ص:۹۴۷

۱۱۔ساقی فاروقی؛زندہ پانی سچا؛لاہور؛ سنگ میل پبلی کیشنز؛۱۹۹۲ء،ص:۲۲۴

۱۲۔افتخارنسیم؛ آبدوز؛لاہور ٹی اینڈ ٹی پبلشرز؛۲۰۰۳ء،ص:۱۸۵

۱۳۔اسلم کولسری؛ویرانہ؛لاہور؛القمر انٹر پرائزز؛۱۹۹۵ء،ص:۵۵

۱۴۔ کشور ناہید؛لب گویا؛لاہور؛ سنگ میل پبلی کیشنز؛۱۹۹۱ء،ص:۳۲

۱۵۔ عبد الرشید،''نئے ذائقوں کے زخم''؛دیباچہ''اطراف''مشمولہ''اب تک''جلد دوم؛لاہور؛ملٹی میڈیا افیئر ز، ۲۰۰۵ء، ص:۹۱۲

۱۶۔ عبداللہ علی یوسف، علامہ؛انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ؛لاہور؛ دوست ایسوسی ایٹس، ۲۰۰۳ء، ص:۱۵۸

۱۷۔ سید ضمیر جعفری؛ نشاط تماشا؛لاہور؛ سنگ میل پبلی کیشنز؛۱۹۹۳ء،ص:۱۱۲

۱۸۔ ناصر عباس نیر،ڈاکٹر،''گلوبلائزیشن اور اُردو''، مشمولہ پاکستانی اُردو مرتبہ، ڈاکٹر عطش درانی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان؛۲۰۰۸ء،ص:۳۰۳